لباس کے شرعی وطبعی تقاضے اور تشبہ کا المیہ!

مولانا محمد حمزہ منصور
فاضل ومتخصصِ جامعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع قطع پر قومیت اور وطنیت کی چھاپ کا عنصر مغلوب بلکہ معدوم تھا۔ ذخیرۂ حدیث میں کتاب اللباس اور شمائل نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور عادی طور طریقوں میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع اور وحی والہام کا عنصر شامل تھا۔ عرب میں قدیم زمانے سے چادر اور تہہ بند کا دستور چلا آرہا تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہی لباس تھا، جیسا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آذربائیجان کے عربوں کو حلہ (ازار اور چادر) پہننے کی یہ کہہ کر ترغیب دی کہ وہ تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا لباس ہے:

''أما بعد ! فاتزروا وارتدوا وانتعلوا وألقوا الخفاف والسراويلات وعليكم بلباس أبيكم إسماعيل وإياكم والتنعم وزی العجم ۔'' (فتح الباری لابن حجرؒ، ج:۱۰، ص:۲۸۶، باب لبس الحریر، ط: دارالمعرفہ، بیروت)

''(بطور لباس) جسم کے اوپر ازار اور نیچے رداء (چادریں) استعمال کرو۔ جوتا/چپل پہنو۔ موزے اور شلواریں پھینک دو۔ اپنے باپ اسماعیل علیہ السلام کا لباس لازم پکڑو۔ عیاشی اور عجمیوں کی وضع قطع سے بچو۔''

نیز اللہ کا نبی طبعی آداب میں بھی وحی اور الہام سے خالی نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی وحی اور اس کے حکم سے قوم کو عقائد، اخلاق، اعمال، عبادات، اور معاملات سب کے متعلق ہدایت جاری کرتا ہے، یہاں تک کہ بول وبراز (پیشاب، پاخانہ) کے آداب بھی ان کو سکھاتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ نبی عام لوگوں کے رسم ورواج کی پیروی پر اکتفاء کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کے متعلق بھی احکام جاری فرمائے کہ فلاں جائز ہے، فلاں حرام ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں اور کافروں کے لباس میں امتیاز ہوگیا، اور بے شمار احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی مشابہت سے ممانعت فرمائی ہے اوران کی مخالفت کا حکم دیا ہے، اور جو لباس دشمنانِ خدا سے مشابہت کا سبب بنے، ایسے لباس کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے:

''إن فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس۔'' (سنن ترمذی، ج:۱، ص:۴۴۱، باب العمائم علی القلانس، ط: رحمانیہ)

''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم عمامہ ٹوپیوں پر باندھتے ہیں۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم۔''

(المسند الجامع، (الجهاد) ج:۱۰، ص:۲۱۶، رقم الحدیث: ۸۱۲۷، دار الجیل، بیروت)

ترجمہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ شخص اسی قوم میں شمار ہوگا۔''

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے:

''إن هٰذه من ثياب الكفار فلا تلبسها۔''

(مسلم، ج:۳، ص:۱۶۴۸، باب النہی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، ط: دار احیاء التراث)

''یعنی یہ کافروں کے (جیسے) کپڑے ہیں، پس ان کو نہ پہننا۔''

پس ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع قطع یہ سب وحی الٰہی کے تابع تھی۔

نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے لے کر آسمان تک خواہ حیوانات ہوں یا نباتات یا جمادات، سب کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے، مگر اس کے باوجود ہر چیز کی صورت اور شکل مختلف بنائی، تاکہ ان میں امتیاز قائم رہے، کیوں کہ امتیاز کا ذریعہ یہی ظاہری شکل وصورت ہے، اور جس طرح دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے معنوی خصائص اور باطنی امتیازات کے ذریعہ جدا ہیں، اسی طرح ہر قوم کا الگ تمدن اور اس کی تہذیب اور اس کا طرزِ لباس بھی اس کو دوسری قوم سے ممتاز کرتا ہے۔ عبادات کی انہی خاص شکلوں کی وجہ سے ایک مسلم وموحد، مشرک اور بت پرست سے جدا ہے، اور ایک عیسائی ایک پارسی سے جدا ہے، غرض قوموں میں امتیاز کا ذریعہ یہی قومی خصوصیات ہیں، جب تک ان مخصوص شکلوں اور ہیئتوں کی حفاظت نہ کی جائے تو قوموں کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔

دینِ اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے، تمام ملتوں اور شریعتوں کا ناسخ بن کر آیا ہے، وہ اپنے پیروکاروں کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ ناقص اور منسوخ ملتوں کے پیروکاروں کی مشابہت اختیار کریں۔ جس طرح اسلام معتقدات اور عبادات میں مستقل ہے، کسی کا تابع نہیں ہے، اسی طرح

اسلام اپنے معاشرتی آداب اور عادات میں بھی مستقل ہے، کسی دوسرے کا تابع اور مقلد نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تشبہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''تشبہ کی تعریف سنئے، تاکہ آپ تشبہ کی قباحتوں اور مضرتوں کا اندازہ لگاسکیں۔''

۱:...... اپنی حقیقت، اپنی صورت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت، اس کی صورت اور اس کے وجود میں مدغم ہونے کا نام تشبہ ہے۔

۲:...... یا اپنی ہستی کو دوسرے کی ہستی میں فنا کردینے کا نام تشبہ ہے۔

۳:...... اپنی ہیئت اور وضع کو تبدیل کرکے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت اختیار کرلینے کا نام تشبہ ہے۔

۴:...... اپنی شانِ امتیازی کو چھوڑ کر دوسری قوم کی شانِ امتیازی کو اختیار کرلینے کا نام تشبہ ہے۔

۵:...... اپنی اور اپنوں کی صورت اور سیرت کو چھوڑ کر غیروں اور پرایوں کی صورت اور سیرت کو اپنا لینے کا نام تشبہ ہے۔

اس لیے شریعت حکم دیتی ہے کہ مسلمان قوم دوسری قوموں سے ظاہری طور پر ممتاز اور جدا ہونی چاہیے اور وضع و قطع میں بھی۔'' (سیرتِ مصطفیٰ، ج:۳،ص:۳۰۶،تشبہ کی تعریف، ط:مکتبۃ الحسن)

شریعت میں تشبہ (دوسروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے) کی ممانعت کسی تعصب پر مبنی نہیں ہے، بلکہ غیرت، حمیت اور اسلامی خصوصیات و امتیازات کے تحفظ کے لیے ہے، اس لیے کہ کوئی قوم اس وقت تک قوم نہیں کہلاسکتی جب تک اس کی خصوصیات اور امتیازات پائیدار اور مستقل نہ ہوں۔

نیز یہود و نصاریٰ اور کافروں کو دوست بنانے یا ان کی مشابہت اختیار کرنے سے مسلمانوں کے دل بھی ان کی طرح سخت ہوجاتے ہیں، اور احکامِ شریعت کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''**الزواجر عن اقتراف الکبائر**'' میں مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے ایک نبی کی یہ وحی نقل کی ہے:

''**قال مالک بن دینار أوحی اللّٰہ إلی النبی من الأنبیاء أن قل لقومک لا یدخلوا مداخل أعدائی ولا یلبسوا ملابس أعدائی ولا یرکبوا مراکب أعدائی ولایطعموا مطاعم أعدائی، فیکونوا أعدائی کما ہم أعدائی۔**'' (ج:۱،ص:۱۵،مقدمہ،ط:دارالمعرفۃ،بیروت)

''مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ انبیاءِ سابقین میں سے ایک نبی کی طرف اللہ کی یہ وحی آئی کہ

آپ اپنی قوم سے کہہ دیں کہ نہ میرے دشمنوں کی گھسنے کی جگہ میں گھسیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا لباس پہنیں اور نہ ہی میرے دشمنوں جیسے کھانے کھائیں اور نہ ہی میرے دشمنوں جیسی سواریوں پر سوار ہوں (یعنی ہر چیز میں ان سے ممتاز اور جدا رہیں) ایسا نہ ہو کہ یہ بھی میرے دشمنوں کی طرح میرے دشمن بن جائیں۔'' (از فتاویٰ بینات، ج:۴، ص:۳۷۲)

واضح رہے کہ غیروں کی وضع قطع اور ان جیسا لباس اختیار کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں:

۱:...... پہلا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ مسلمان اور کافر میں ظاہری کوئی امتیاز باقی نہیں رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ تشبہ بالکفار اہل کفر میں دلچسپی اور ان کی قربت کا زینہ ہے۔

۲:...... غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔

۳:...... کافروں کا لباس اختیار کرنا درحقیقت ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔

۴:...... اور یہ اپنی کمتری اور غلامی کا اقرار اور اعلان ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، کیوں کہ اسلام غالب ہوتا ہے، تابع اور مغلوب نہیں ہوتا۔

نیز اس تشبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور داعیہ پیدا ہوگا، جو صراحۃً ممنوع ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔'' (ہود:۱۱۳)

ترجمہ:...... ''اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں، پھر تم کو لگے گی آگ، اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار، پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔'' (ترجمہ از شیخ الہندؒ)

باقی آج کل ہر خاص و عام یہ دعویٰ کرتا رہتا ہے کہ پینٹ شرٹ مسلم اور غیرمسلم دونوں کا ہی لباس ہے، اب تو ہر جگہ مسلمان بھی پہنتے ہیں، تو عرض ہے کہ یہ بات ہمیں تسلیم نہیں، بلکہ شرٹ اور پتلون غیرمسلموں کا ہی لباس تھا، پھر جب اسلامی سلطنتوں کے فرماں روا اقتدار کے نشہ میں عیش پرستی کا شکار بن گئے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حکومتیں زوال پذیر ہوگئیں، اور مسلمانوں سے شکست خوردہ قومیں برسرِ اقتدار آگئیں، چند روز تک مسلمانوں کو اپنی شکست اور ذلت کا احساس رہا، مگر پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں نے ان کے معاشرے، تمدن اور وضع قطع کو قبول کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسلامی ممالک کے باشندے اپنے من وتن میں غیروں کے رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ اپنے اور پرائے، مسلم اور غیرمسلم کا بادی النظر میں کوئی فرق ہی نہ رہا۔

اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ موجودہ زمانے میں پینٹ شرٹ کے کثرتِ استعمال اور معاشرے میں اس کے عام ہونے کے سبب یہ کسی غیرقوم کا شعار تو نہیں رہا، اس لیے اس میں غیراقوام کے شعار ہونے کی حد تک تو تشبہ باقی نہیں رہا، مگر اس کی کوئی تاویل ممکن نہیں ہے کہ یہ فساق وفجار اور غیر صلحاء کا لباس ہے، اور جس طرح غیرمسلموں سے مشابہت ممنوع ہے، اسی طرح فساق وفجار اور غیر صلحاء سے مشابہت بھی ممنوع ہے۔ (۱) اور مشابہت کی شناعت میں زمان اور مکان کے لحاظ سے سختی یا نرمی کی بات ممکن ہے، جس علاقہ میں جتنی زیادہ مشابہت متصور ہوگی اسی حساب سے کراہتِ تحریمیہ، تنزیہیہ، اور خلافِ اولیٰ ہونے کا حکم لگے گا۔ اور پاکستان کے لیے تو علی الاطلاق یہ حکم لگانا بھی درست نہیں ہے کہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے مشابہت بالکل ختم ہوگئی ہے، اس لیے کہ اگرچہ پاکستان کے اکثر شہری علاقوں اور بعض دیہاتی علاقوں میں اس کو بطورِ لباس استعمال کیا جاتا ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سارے علاقے بالخصوص قبائلی علاقے اور گاؤں دیہاتوں میں اب بھی اس کو کفار یا کم از کم فساق وفجار اور غیرصلحاء کا لباس تصور کیا جاتا ہے اور اپنے قومی وعلاقائی لباس کو اس لباس (پینٹ شرٹ) پر ترجیح دی جاتی ہے، لہٰذا جس علاقے میں جس قدر مشابہت متصور ہوگی، اسی حساب سے کراہت کا حکم لاگو ہوگا۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ یہ تمام تفاوت اور فرقِ مراتب علم اور اعتقاد کے اعتبار سے ہے، ورنہ عملاً ہر درجہ کے تشبہ کو ممنوع العمل قرار دینا ہی ایک مسلمان کے لیے احتیاط اور پرہیزگاری کا باعث ہوسکتا ہے، کیوں کہ تمدن اور معاشرت کا ایک طویل سلسلہ ہے، اور اس سلسلہ کی ایک کڑی دوسری کو کھینچتی ہے، پس کسی تمدن کی کسی چیز کو اختیار کرنا گویا دوسری چیز کے لیے راستہ صاف کردینا ہے، تو اس طرح انجام کار پورے ہی تمدن کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لینا ہے، اس لیے سدِ ذرائع کے طور پر تشبہ کے تمام مراتب سے خواہ حرام ہوں یا مکروہِ تحریمی ہوں یا مکروہِ تنزیہی عمل کے دائرہ میں یکساں ہی ممانعت کی جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ پینٹ شرٹ پہننا فساق وفجار کے ساتھ تشبہ اور غیرصلحاء کا لباس ہونے کی بنا پر مکروہ ہے، اور اس کا ادنیٰ درجہ صغیرہ گناہ ہے، جبکہ صغیرہ گناہ پر اصرار اور دوام کبیرہ گناہ کا درجہ حاصل کرلیتا ہے، چہ جائے کہ اس کو باقاعدہ ضابطہ اور قاعدہ بناکر اختیار کیا جائے، جس میں اس کو دوام بخشا خوب اچھی طرح مترشح ہوتا ہو، لہٰذا مذکورہ لباس کو عادت بنانے اور مستقل پہننے میں اس مکروہ فعل کی ترویج ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ صالحین، دین دار، اور نیکوکاروں کے لباس کو اختیار کریں اور فساق وفجار اور کفار کے لباس اور طور طریق سے حتی المقدور پرہیز کریں۔ (۲)

یہ ملحوظ رہے کہ ماقبل میں جو پتلون پہننے کی ''کراہت'' کا حکم بیان ہوا، یہ ایسی پتلون کے بارے میں ہے جو ڈھیلی ڈھالی ہو، اس لیے کہ چست اور تنگ پتلون اور لباس پہننا جس میں جسم کے

قابلِ ستر حصوں کی نمائش ہوتی ہو، نا جائز اور حرام ہے۔ (۳)

حواشی

۱:......مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ’’من تشبه بقوم‘‘: أی من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار۔ ’’(فهو منهم): أی فی الإثم والخير، قال الطيبی: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر فی التشبه ذكر فی هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير، فإن الخلق الصوری لا يتصور فيه التشبه، والخلق المعنوی لا يقال فيه التشبه، بل هو التخلق، هٰذا وقد حكی حكاية غريبة ولطيفة عجيبة، وهی أنه لما أغرق اللّٰه سبحانه فرعون وآله لم يغرق مسخرته الذی كان يحاكی سيدنا موسى عليه الصلاة والسلام فی لبسه وكلامه ومقالاته، فيضحك فرعون وقومه من حركاته وسكناته، تضرع موسٰى إلٰى ربه: يا رب! هٰذا كان يؤذی أكثر من بقية آل فرعون، فقال الرب تعالٰى: ما أغرقناه فإنه كان لابساً مثل لباسک، والحبيب لا يعذب من كان على صورة الحبيب، فانظر من كان متشبهًا بأهل الحق على قصد الباطل حصل له نجاة صورية، وربما أدت إلى النجاة المعنوية، فكيف بمن يتشبه بأنبيائه وأوليائه على قصد التشرف والتعظيم، وغرض المشابهة الصورية على وجه التكريم؟ ۔‘‘ (ج:۸،ص:۱۵۵، الفصل الثانی، ط: رشیدیہ)

۲:......الدر المنثور میں ہے: ’’أخرج ابن مردَوَيه عن عائشة: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إياک ومحقرات الذُّنُوب فإن لها من اللّٰه طالبا۔‘‘ (ج:۵،ص:۴۰۱، ط: دار الفکر)

أحکام القرآن للجصاص میں ہے: ’’قوله تعالى: (وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى) يقتضی ظاهره إيجاب التعاون على كلّ ما كان طاعةً للّٰه تعالى: لأن البر هو طاعات اللّٰه. وقوله تعالى: (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) نهی عن معاونة غيرنا على معاصی اللّٰه تعالٰى۔‘‘ (ج:۲،ص:۴۲۹، ط: قدیمی)

مشکاۃ المصابیح میں ہے: ’’عن بلال بن الحارث المزنی قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أحيا سنة من سنتی قد أميتت بعدی فإن لهٗ من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا ومن ابتدع بدعةً ضلالةً لا يرضاها اللّٰه ورسوله كان عليه من الإثم مثل آثام من عمل بها لا ينقص من أوزارهم شيئا۔‘‘ (رواہ الترمذی: ۳۰/۱، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ط؛ قدیمی)

قال الملا علی القاری تحت هذا الحديث فی مرقاة المفاتيح: ’’(من أحيا سنة)، أی: من أظهرها وأشاعها بالقول أو العمل (من سنتی): قال الأشرف: ظاهر النظم يقتضی أن يقال من سننی، لكن الرواية بصيغة الإفراد اهـ. فيكون المراد بها الجنس، أی: طريقة من الطرق المنسوبة إلى واجبة أو مندوبة أخذت عنی بنص أو استنباط، كما أفادهٗ إضافة سنة إلى الضمير المقتضية للعموم (قد أميتت بعدی)، قال ابن الملک: أی: تركت تلک السنة عن العمل بها يعنی من أحياها من بعدی بالعمل بها أو حث الغير على العمل بها۔‘‘ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۲۴۵، ط: امدادیہ، ملتان)

وفیہ ایضا: ’’وقيل: كل معصية كبيرة نظرا إلى عظمة اللّٰه تعالٰى، وقيل: لا صغيرة مع الإصرار، ولا كبيرة مع الاستغفار۔‘‘ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۱،ص:۱۲۰، ط؛ امدادیہ، ملتان)

۳:......فتاویٰ شامی میں ہے: ’’أقول: مفادهٗ أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفًا لاترى البشرة منه، قال فی المغرب: يقال مسست الحبلٰى، فوجدت حجم الصبی فی بطنها وأحجم الثدی على نحر الجارية إذا نهز، وحقيقته صار له حجم أی نتو وارتفاع ومنه قوله حتى يتبين حجم عظامها اهـ وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها۔‘‘ (ج:۶،ص:۳۶۶، فصل فی النظر والمس، ط؛ سعید)